© rasailojaraid.com



# پیغام ابراہیم

(جناب حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند)

آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں جو ایک تاریخی یادگار منائی جارہی ہے۔ اور جس کو ہم "عید قرباں" کے نام سے یاد کرتے ہیں وہ تاریخ عالم کا اہم واقعہ، اور قربانی وجاں سپاری کی ایک بے مثال یادگار ہے۔

دُنیا میں جو انسان بھی کسی بلند اور پاکیزہ مقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے امتحان وآزمائش کی سخت سے سخت اور کٹھن سے کٹھن منزلوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ پھر اگر اُس کے دل میں مقصد کے حصول کی سچی آرزو اور لگن ہوتی ہے، اور وہ امتحان وآزمائش کی منزلوں میں من کا سچّا اور لگن کا پکّا ثابت ہوتا ہے تو پھر کامیابی کی راہیں اُس کے لئے کھل جاتی ہیں۔ اور وہ اپنے اعلیٰ مقصد کو پالیتا ہے۔

خدا کے پیغمبر اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام جس مقصد اور مشن کو لے کر دنیا میں آتے ہیں۔ وہ انسانی مقاصد میں سب سے اُونچا اور پاک مقصد ہوتا ہے وہ زمین پر بسنے والے ہر انسان کو تباہی وگمراہی سے ہٹاکر سچّائی اور خدا پرستی کی طرف بلاتے ہیں۔ اُن کے ساتھ خدا کا پیغام ہوتا ہے، اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں چاہتے کہ زمین پر بسنے والے انسان خدا کے بھیجے ہوئے اس "نظامِ حیات" یا "دین" کو اختیار کریں جس سے دُنیا میں امن وسکون پیدا ہو، ظلم وناانصافی کا نام ونشان تک مِٹ جائے، سچّائی کا بول بالا ہو، باطل پرستی کا خاتمہ ہو جائے اور امن وانصاف کے ہمہ گیر سائے میں خدا کی تمام مخلوق کو چین اور خوشحالی کی زندگی نصیب ہو۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی دنیا میں کوئی پیغمبر خدا کی طرف سے اس پاکیزہ مشن کو لے کر آیا ہے۔ اور اُس نے خدا کو بھولے ہوئے، سچائی کے راستہ سے بھٹکے ہوئے۔ انسانوں کو حق پرستی کی دعوت دی ہے تو یکبارگی کفر وضلالت کی تمام سرکش طاقتیں اس "دعوت حق" کے مقابلہ کے لئے سامنے آگئی ہیں، اور اُنھوں نے بنی نوع انسان کو پیغام خدا وندی سے غافل رکھنے کے لئے اپنی تمام قوتیں صرف کردی ہیں۔

قرآن حکیم کے صفحات کھُلے ہوئے ہیں۔ آپ تمام پیغمبروں کے حالات و واقعات کو دیکھ جائیے۔ واقعات کی نوعیت مختلف رہی! لیکن اُن سب کی روح ایک ہی تھی۔ اور وہ یہ کہ جب کسی "داعیِ حق" نے خلوص و محبت سچائی اور دردمندی کے ساتھ کسی قوم کو حق پرستی کی دعوت دی تو اُس قوم کی اکثریت نے اس "دعوت" کا جواب تمرد وسرکشی بہتان تراشی اور گالیوں ہی سے دیا۔ خدا کے اُن سچے پیغمبروں کو مجنون اور دیوانہ کہا۔ کاہن اور جادوگر بتلایا اُن کو سخت سے سخت ایذائیں پہنچائیں، اُن کا مقاطعہ اور سوشل بائیکاٹ کیا اور اور اُن کے راستہ میں رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کر دئے۔ غرضیکہ اُن کے مشن کو ناکام بنانے کے لئے اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں۔ لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام عزم وثبات کے پیکر ہوتے ہیں اُن کے ساتھ صبر واستقلال کا وہ جوہر ہوتا ہے جو کسی بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی شکست نہیں کھا سکتا اور کٹھن سے کٹھن آزمائش بھی اُن کے لئے ہمت شکن نہیں ہوتی، اس لئے کہ اُن کو رسالت ونبوت کا منصب جلیل تب ہی عطا کیا جاتا ہے جبکہ پہلے اُن کے عزم واستقلال کو آزمائش وامتحان کی ترازو میں تول لیا جاتا، اور اُن کے جذبۂ حق پرستی کو کسوٹی پر پرکھ لیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی خدا کے ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ اُنھیں نبوت وپیغمبری کا اعلیٰ منصب دیا گیا تھا اس لئے اُنھیں بھی ابتلاء وآزمائش کی کٹھن اور دشوار گذار منزلوں سے گذرنا تھا، اور قدم قدم پر اپنے جذبۂ تسلیم وجاں سپاری کا امتحان دینا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



چنانچہ سخت سے سخت آزمائشوں کے ذریعہ اُن کو جانچا گیا۔ لیکن وہ ہر امتحان میں کامیاب اور قربانی کی ہر کسوٹی پر کھرے اور کندن ثابت ہوئے۔

سب سے پہلے جب اُن کی "دعوتِ حق پرستی" سے تنگ آکر حاکم وقت "نمرود" نے اُن کو آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں میں ڈلوایا، اور کہا کہ اب بھی اگر تم اپنے اس مشن سے باز آجاؤ تو تمہیں بچایا اور معاف کیا جا سکتا ہے! تو وہ عزم و استقلال کی ایک کڑی آزمائش تھی۔ لیکن اس موقعہ پر اُنھوں نے جس عزم و استقامت اور صبر و استقلال کا ثبوت دیا وہ صرف حضرت ابراہیمؑ کا حصہ تھا۔

پھر جب حضرت اسماعیل اور حضرت ہاجرہ کو فاراؔن کے لق ودق جنگل میں چھوڑ آنے کا حکم دیا گیا اور جانچا گیا کہ بیوی اور اکلوتا بچہ زیادہ عزیز ہے یا حکم خداوندی کی تعمیل! تو یہ بھی اُن کے جذبۂ تسلیم و رضا کا کوئی معمولی امتحان نہ تھا۔ لیکن خدا کا سچا پیغمبر اس امتحان میں بھی کامیاب ثابت ہوا۔ بڑھاپے کے ارمانوں اور خوشیوں کے مرکز، دن رات کی دعاؤں کے ثمر، اور گھر کے اکلوتے چشم و چراغ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کو صرف حکم الٰہی کی تعمیل میں ایک لق و دق جنگل میں چھوڑ آتے ہیں، اس طرح کہ چلتے وقت مڑ کر بھی نہیں دیکھتے کہ کہیں محبت پدری جوش میں نہ آجائے اور تعمیل حکم میں کوئی لغزش نہ ہوجائے۔

ان کٹھن منزلوں سے کامیاب گذر جانے کے بعد اب تیسرا امتحان درپیش ہے جو پہلے امتحانوں سے بھی زیادہ سخت اور حوصلہ آزما امتحان ہے!

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک سچے خواب میں دیکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ اُن کو حکم دے رہا ہے کہ ابراہیم! تم ہماری راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی پیش کرو۔ حکم پاتے ہی اُٹھتے ہیں اور فوراً تعمیل حکم کے لئے نکل جاتے ہیں۔ سعادتمند بیٹا بھی تسلیم و رضا کا پیکر بن کر لیٹ جاتا ہے اور حضرت ابراہیم چھُری سے اُس کو ذبح کرنے لگتے ہیں کہ یکایک خدا کی طرف سے وحی آتی ہے: ابراہیم! بس! اس کو چھوڑ دو! اور دیکھو! تمہارے قریب مینڈھا کھڑا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس کو قربان کرو۔ ہمیں اسماعیل کی جسمانی قربانی درکار نہیں، یہ محض تمہارے جذبۂ تسلیم و رضا کا ایک امتحان تھا جس میں تم کامیاب ثابت ہوئے۔

جاؤ! حق پرستی اور عزم و ثبات کی راہ میں تمہاری یہ کٹھن آزمائش رہتی دنیا تک قربانی و جاں سپاری کی ایک یادگار رہے گی۔ جو ہر سال لوٹ لوٹ کر، سچائی کی طرف آنے والوں کو یہ یاد دلائیگی کہ سچائی کی راہ امتحان و آزمائش کی راہ ہے!

یہی وہ قربانی ہے جو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار ملت ابراہیمی کا شعار قرار پائی اور آج بھی دسویں تاریخ ماہ ذی الحجہ کو تمام دنیائے اسلام میں یہ شعار اسی طرح منایا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ دنیا میں جو انسان بھی حق و صداقت کی راہ پر چلتا ہے اُسے کڑی آزمائشوں سے گذرنا پڑتا ہے اور سچائی کی منزل تک پہنچنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنی پڑتی ہے اس لئے کہ قربانی ہی وہ کسوٹی ہے جس سے سچ اور جھوٹ، یا کھرے اور کھوٹے کی کھلی پہچان ہو جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس واقعہ کو ہزارہا برس گذر چکے ہیں لیکن خداوند عالم نے ملت ابراہیمی کے متبعین کے لئے یہ لازمی قرار دیدیا کہ وہ ہر سال اس واقعہ کی یاد تازہ کریں اور دسویں تاریخ ماہ ذی الحجہ کو خدا کی بارگاہ میں قربانی پیش کریں،

تاکہ ہر سال جب یہ دن لوٹ کر آئے تو حق پرستی کے دعویداروں کو یہ یاد دلادے کہ حق پرستی کا صرف زبانی دعوے اپنی کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ بلکہ اُس کا ثبوت آزمائش و امتحان کے موقعہ پر "حق" کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی ہوتی ہے۔

پس! آج بھی جو انسان حق و صداقت کی راہ پر چلنا چاہے اور دنیا میں ہر طرف چھائی ہوئی گمراہیوں سے بچ کر سچائی کی منزل تک پہنچنا چاہے اُسے چاہئے کہ پہلے اپنے عزم و ہمت کو جانچ لے اور ہوشیار رہے کہ اس راہ میں اُسے "حق" کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی پیش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کرنی ہوگی، سخت سے سخت آزمائش سے گذرنا ہوگا۔ اور وہ اپنے اعلیٰ مقصد کو تب ہی پا سکے گا جبکہ تسلیم و رضا کی کسوٹی پر کھرا ثابت ہو جاتے۔

قرآنِ حکیم نے نظریۂ قربانی کی وضاحت کرتے ہوئے ہمیں یہ بھی بتلایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ سنّت جو ملّت حنیف کا شعار قرار دی گئی ہے اور جو ہر سال دس ذی الحجہ کو ایک جانور کے ذبیحہ کی شکل میں ادا کی جاتی ہے وہ محض انسان کے جذبۂ حق پرستی اور تسلیم و رضا کی ایک آزمائش ہے جس کا عملی مظاہرہ کسی جانور کی قربانی کی صورت میں کیا جاتا ہے... یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کو کسی جانور کی جان لینا یا اُس کا خون بہانا ہی مقصود ہو بلکہ اصل مقصد انسان کے قول و عمل کی صداقت، نیت کی سچائی اور صفائی، اور حق و صداقت کی راہ میں اُس کے عزم و استقلال کا امتحان ہے۔

لیکن جس طرح ایک جاندار کی ہر حرکت و عمل درحقیقت اس کی روح یا جان ہی سے ہوتی ہے اور روح کے بغیر کسی جسم کا عدم و وجود برابر ہے۔ پھر بھی کسی روح یا جان کی حرکت و عمل ایک جسم ہی کی شکل میں ہو سکتی ہے اور جب تک روح کسی جسم کا لباس نہ اوڑھ لے۔ اُس کی کسی حرکت اور فعل کا مظاہرہ نہیں ہو سکتا، ٹھیک اسی طرح ایک انسان کے جذبۂ حق پرستی کی آزمائش کے لئے ایک ظاہری رسم بھی ضروری ہے۔ جس کے ذریعہ اُس آزمائش کا عملی مظاہرہ ہو سکے۔

اس لئے خداوند تعالیٰ نے کسی حیوان کے ذبیحہ کی رسم بطور شعار لازمی قرار دی۔ جو اپنی جگہ محض ایک جسم کی حیثیت رکھتی ہے اور اُس کی روح وہی آزمائش اور حق و سچائی کے ساتھ دلی لگاؤ کا امتحان ہے جس کا عملی مظاہرہ اس رسم کے ذریعہ ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے!

لَن یَنَالَ اللہَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰکِن یَنَالُہُ التَّقوٰی مِنکُم

یعنی تم جو ذبیحہ بارگاہ خداوندی میں پیش کرتے ہو اللہ تک نہ اُس کا گوشت و پوست پہنچتا ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نہ خون و لہو! اللہ تک جو چیز پہنچتی ہے وہ
صرف تمہاری پرہیزگاری ہے۔ اخلاق و کردار
کی صفائی ہے۔ نیت کی سچائی اور "حق" کی
خاطر ایثار وجاں سپاری ہے۔

تو قربانی کی یہ سنت ادا کرتے وقت یہ نہ بھول جاؤ کہ یہ "رسم" محض ایک عملی مظاہرہ ہے جس سے مقصود تمہاری سچائی اور پرہیزگاری کا امتحان ہے اگر تمہارے اس عمل قربانی کی تہ میں یہ چیزیں موجود ہیں۔ تو تمہاری قربانی اللہ کے نزدیک مقبول اور اپنے مقصد میں کامیاب ہے ورنہ یہ بھی اسی طرح بیکار رہے جس طرح ایک جسم اپنی روح کے بغیر بیکار رہتا ہے اور اس کا ہونا، نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

---

قصص القرآن جلد چہارم جو عرصہ سے نایاب تھی طبع ہوگئی ہے اس اڈیشن میں ختم نبوت پر ایک نئے باب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ قیمت غیر مجلد ؎

# اسلامی روایات کا تحفظ

(سید جمیل واسطی ایم۔اے رکینٹ)

اسلامی معاشرت، تہذیب اور سیاست کے ان پہلوؤں پر مفصل بحث، جو یا تو تاریک اور مسخ ہوچکے ہیں، یا تباہی اور تخریب میں گھرے ہوئے ہیں، اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مطالعہ ماضی کی روشنی میں مستقبل کے خدوخال ابھارتا ہے اور موجودہ دور کی تمدنی شرح کے ساتھ سابقہ قوم کے امکانی عروج وزوال کو اجاگر کرتا ہے۔ قیمت۔ ؏

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



# قدرتی نظام اجتماع

(از جناب مولوی محمد ظفیر الدین صاحب پورہ نوڈیہاوی استاد دار العلوم معینیہ سانحہ)

## (۳)

(سلسلہ کے لئے برہان ماہ ستمبر ملاحظہ فرمائیے)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق بیان ہے کہ آپ بازار میں تھے اتنے میں نماز کے لئے اقامت کہی گئی، بس دیکھا فوراً سبھوں نے دوکانیں بند کر دیں اور مسجد میں داخل ہو گئے یہ منظر دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ انھی لوگوں کے باب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے رجال لا تلہیہم تجارۃ الخ[1]

**سلف صالحین کا جماعت سے عشق** ایک دفعہ میمون بن مہران مسجد پہنچے تو اُن کو معلوم ہوا کہ جماعت ہو چکی یہ سن کر آپ نے پڑھا انا للہ وانا الیہ راجعون پھر فرمایا جماعت کی نماز مجھ کو عراق کی گورنری سے زیادہ محبوب ہے[2]۔

سلف صالحین جماعت کے جس قدر دلدادہ تھے، اس کی مثال اس دور میں ملنی مشکل ہے اگر کبھی ان کی تکبیر اولیٰ بھی فوت ہو جاتی تھی تو تین تین دن تک اس کا سوگ کرتے اور اگر اتفاق سے جماعت چھوٹ جاتی تب تو سات دن تک غم والم میں مبتلا رہتے[3]۔

**موجودہ دور میں علماء کا اہتمام جماعت** یہ چند واقعات آپ کے سامنے ہیں ان کے پیش نظر بار بار غور کریں اور جماعت کی نماز کی اہمیت کا اندازہ لگائیں۔ جی چاہتا تھا کہ ہر دور کی چند مثالیں پیش کر دی جائیں مگر تطویل کے خوف سے نظر انداز کرنا پڑ رہا ہے صرف موجودہ دور کے چند باخدا بزرگوں کے صحیح واقعات عبرت و بصیرت کے لئے لکھے جاتے ہیں۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۹۵ [2] احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۰۹ [3] احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۱۰



© rasailojaraid.com